کرنے اور ان کی پریشانیوں کو دور کرنے کا زبردست بوجھ پڑ گیا ہے۔ بہت سے مغربی "خیمہ سازوں" کو فرار کی راہ اختیار کرنا پڑی جبکہ چرچ تکلیف دہ اقتصادی اور سیاسی دباؤ کی فضا میں تبلیغ جاری رکھنے کے لیے اپنی جگہ تنہا رہ گیا ہے۔ کچھ پیشہ ور قسم کے مشنری اب اس کی مدد کو پہنچ رہے ہیں۔

امریکی مشنری صحرائی ٹیلوں کی طرح آئے دن بدلتی ہوئی عرب رائے عامہ سے غیر محفوظ ہیں۔ ان لوگوں (اور امریکہ میں ان کے خاندانوں) کو بے پناہ صبر، حوصلہ اور امید کی ضرورت ہے، عرب پادری اور ان کے پیرو تباہی کے اس منجدھار میں بڑی استقامت سے کھڑے ہیں۔ ہم انہیں بھلا نہیں سکتے۔

دریں اثناء یسوع کے لیے دنیا کے اس حصے میں پہنچنے کی ایک اور چابی "خیمہ سازا سکیم" کو واپس "لوہار" کے پاس بھیجنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اسے مزید بہتر بنا سکے۔

مشرقِ وسطیٰ

جنگ کا حتمی کیس ثابت نہیں ہوتا

24 اگست 1990ء کے چرچ ٹائمز میں چھپنے والے اداریے کو ہم یہاں دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔

یسوع کی تمثیلوں میں یہ جواز موجود ہے کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے جنگ کی قیمت کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔ اس ضمن میں لڑائی ہونے یا لڑائی نہ ہونے دونوں صورتوں میں ہونے والے اخراجات کا اندازہ ضروری ہے۔ ان اعداد و شمار میں کویت اور عراق میں مقیم مغربی باشندوں کی زندگیوں پر ہی نہیں جو مشرقِ وسطیٰ کے لاکھوں یرغمالیوں میں شامل ہو گئے تھے، پوری انسانی زندگی پر پڑنے والے اثرات، فوجی امکانات، اور اقتصادی و اخلاقی دونوں قسم کے نتائج بھی شامل ہیں۔ مغربی دنیا کے مشرقِ وسطیٰ میں تین طویل المیعاد مقاصد ہیں۔ پہلے نمبر پر تیل ہے، جسے مغربی اقوام بڑے مقدار میں استعمال کرتی ہیں، ان کی معیشت، تیل کی قیمتوں میں تیز رفتار اضافے اور بے لگام قزاقانہ دھمکیوں کی زد میں رہتی ہے۔ دوسرا سوال اسرائیل کا ہے۔ اس کے قیام اور دفاع میں جو کچھ بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مغرب (اور بالخصوص ریاستہائے متحدہ

امریکہ اور برطانیہ) کا ضمیر اس کی بقا میں لگا ہوا ہے۔ بے لگام صدر صدام اردن کے راستے اس پر چڑھائی کر سکتا تھا اور تیسری چیز اقوام کے درمیان عمومی نظم و ضبط کا قیام ہے۔ اگر کویت پر چڑھائی کو چیک نہ کیا جائے تو بین الاقوامی ڈاکہ زنی کو لائسنس مل جائے گا۔

اخلاقی لحاظ سے مشکل یہ ہے کہ یہ تمام مسائل اور بالخصوص پہلا ایک حد تک ذاتی مفاد پر مبنی ہیں اور ذاتی مفاد کی بودی بنیاد پر بیرون ملک اور گھر میں لاکھوں انسانوں کو جنگ کے مصائب میں مبتلا کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ یہ ایک بڑی دلیل تھی جو اقوام متحدہ کے فیصلوں کے سلسلے میں انتظار کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس کی روشنی میں وہ مفاد جسے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ایک عام سی وجہ قرار پاتا ہے۔ فوجی کارروائی میں اخلاقی مشکل کا پہلو بھی شامل ہے۔ فوجوں کے سربراہ ہر روز اپنی حکومتوں کو یہ یقین دہانی کرانے کے لیے تیار رہتے ہیں کہ تیز رفتار اور قدرے کم خونریز فتح قابلِ حصول ہے۔ لیکن تاریخ اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتی۔ کم ہی جنگیں مختصر تھیں اور ان سے بھی کم ایسی تھیں جن کے نتائج تھوڑا عرصہ باقی رہے۔ یہ تاثر کہ عراق سے باہر حتیٰ کہ اندرونِ ملک کے عرب عوام اہلِ مغرب کا ساتھ دیں گے، غالباً خوش فہمی پر مبنی ہے۔ مختلف وجوہ کی بنا پر وہ مقامی دشمنوں کے مقابلے میں، برطانیہ اور امریکہ کے زیادہ خلاف ہیں۔ جدید جنگ میں شہریوں کے رواں دواں تکلیف دہ مسائل میں مغربی یرغمالیوں کے باعث مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ تمام عناصر فوجی حل کے سلسلے میں تنبیہ کا پہلو رکھتے ہیں۔

دوسرے راستے کا انتخاب فوجی دھمکی کا منطقی نتیجہ ہے۔ آپ نے مشروط دھمکی جاری کی، آپ کی شرائط پوری نہ ہوئیں، اب مستقبل کا اعتبار یہ تقاضا کرتا ہے کہ دھمکی پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ فوجوں کا اجتماع بالکل یہی راستہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن ان ترغیبات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا مقصد واقعات کے ہاتھوں مغلوبیت ہے۔ سفارت کاری کا شعبہ اسی قسم کی بے بسی میں کام آتا ہے۔ یوں جنگ کا سبب کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

ذرائع ابلاغ پیچیدہ صورتِ حال کو سادہ انداز میں پیش کر رہے ہیں

گلاسگو کے آرچ ڈایوسس (ARCHDIOCESE) کی طرف سے ستمبر کے اوائل میں جاری کردہ ایک سخت بیان میں خبردار کیا گیا ہے کہ کویت کے خلاف جارحیت اور یرغمالیوں کے بزدلانہ اقدامات ہمیں اس بات پر آمادہ نہ کریں کہ ہم صدر متراں کے بقول "جنگ کی منطق"